

جاہلی معاشرے کی چند جھلکیاں

جزیرۃ العرب کے سیاسی اور مذہبی حالات بیان کریں گے کے بعد اب وہاں کے اجتماعی، اقتصادی اور اخلاقی حالات کا خاکہ مختصر آپسیں کیا جا رہا ہے۔

اجتماعی حالات عرب آبادی مختلف طبقات پر مشتمل تھی اور ہر طبقے کے حالات ایک دوسرے سے بہت زیادہ مختلف تھے۔ چنانچہ طبقہ اشراف میں مرد عورت کا تعلق خاصاً تر تھا۔ عورت کو بہت کچھ خود مختاری حاصل تھی۔ اس کی بات مانی جاتی تھی۔ اور اس کا اتنا احترام اور تحفظ کیا جاتا تھا کہ اس راہ میں تلواریں نکل پڑتی تھیں اور خونزیریاں ہو جاتی تھیں۔ آدمی جب اپنے کرم و شجاعت پر جسے عرب میں بلا بلند مقام حاصل تھا اپنی تعریف کرنا چاہتا تو عموماً عورت ہی کو مغلوب کرتا۔ بسا اوقات عورت چاہتی تو قبائل کو صلح کے لیے اٹھا کر دیتی اور چاہتی تو ان کے درمیان جنگ اور خونزیری کے شعلے بھڑکا دیتی، لیکن ان سب کے باوجود بلا نزع مرد ہی کو خاندان کا سربراہ مانا جاتا تھا اور اس کی بات فیصلہ کرنے پر کتنے تھی۔ اس طبقے میں مرد اور عورت کا تعلق عقد نکاح کے ذریعے ہوتا تھا، اور یہ نکاح عورت کے اولیاء کے زیر نگرانی انجام پاتا تھا۔ عورت کو یہ حق نہ تھا کہ ان کی ولایت کے بغیر اپنے طور پر اپنا نکاح کر لے۔ ایک طرف طبقہ اشراف کا یہ حال تھا تو دوسری طرف دوسرے طبقوں میں مرد و عورت کے اختلاط کی اور بھی کئی صورتیں تھیں جنہیں بدکاری و بے حیاتی اور فحش کاری وزنا کاری کے سوا کوئی اونٹا نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں۔ ایک تو وہی صورت تھی جو آج بھی لوگوں میں راجح ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اس کی زیر ولایت لڑکی کے لیے نکاح کا پیغام دیتا۔ پھر منظوری کے بعد مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ عورت جب حیض سے پاک ہوتی تو اس کا شوہر کہتا کہ فلاں شخص کے پاس پیغام بھیج کر اس سے اس کی شرمگاہ حاصل کرو (یعنی زنا کراؤ) اور شوہر خود اس سے لگ تھنگ رہتا اور اس کے قریب نہ جاتا۔ یہاں تک کہ واضح ہو جاتا کہ جس آدمی سے شرمگاہ مال

کی تھی ریعنی زنا کرا یا تھا، اس سے حمل بھر گیا ہے۔ جب حمل واضح ہو جاتا تو اس کے بعد اگر شوہر چاہتا تو اس عورت کے پاس جاتا۔ ایسا اس لیے کیا جاتا تھا کہ لڑکا شریف اور یا کمال پیدا ہو۔ اس نکاح کو نکاح استیضاع کہا جاتا تھا را اسی کو ہندوستان میں نیوگ کہتے ہیں۔ نکاح کی تیری ہوتی ہے تھی کہ دس آدمیوں سے کم کی ایک جماعت اکٹھا ہوتی۔ سب کے سب ایک ہی عورت کے پاس جاتے اور بدکاری کرتے۔ جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہوتا تو پیدائش کے چند رات بعد وہ عورت سب کو بلاجھنی اور سب کو آناپڑتا مجال نہ تھی کہ کوئی نہ آئے۔ اس کے بعد وہ عورت کہتی کہ آپ لوگوں کا ہجو مراعملہ تھا وہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں اور اب میرے بطن سے بچہ پیدا ہوا ہے اور اسے فلاں وہ تمہارا بیٹا ہے۔ وہ عورت ان میں سے جس کا نام چاہتی لے لیتی اور وہ اُس کا لڑکا مان لیا جاتا۔ چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہوتے اور کسی عورت کے پاس جاتے۔ وہ اپنے پاس کسی آنے والے سے انکار نہ کرتی۔ یہ رنڈیاں ہوتی تھیں جو اپنے دروازوں پر جھنڈیاں گاڑے رکھتی تھیں تاکہ یہ نشانی کا کام دے اور جوان کے پاس جانا چاہے بے دھڑک چلا جاتے۔ جب ایسی عورت حاملہ ہوتی اور بچہ پیدا ہوتا تو سب کے سب اس کے پاس جمع ہوتے اور قیافہ شناس کو بلاستے۔ قیافہ شناس اپنی راستے کے مطابق اس لڑکے کو کسی بھی شخص کے ساتھ ملختی کر دیتا۔ پھر یہ اسی سے مربوط ہو جاتا اور اسی کا لڑکا کہلاتا۔ وہ اس سے انکار نہ کر سکتا تھا۔ — جب اللہ تعالیٰ نے مُحَمَّد ﷺ کو مسیح فرمایا تو جاہلیت کے راستے نکاح منہدم کر دیتے صرف اسلامی نکاح باقی ہا جو آج راجح ہے۔ عرب میں مرد و عورت کے ارتباٹ کی بعض صورتیں ایسی بھی تھیں جو تکوار کی وھار اور نیزے کی نوک پر وجود میں آتی تھیں یعنی قبائلی جنگوں میں غالب آنے والا قبیلہ مغلوب قبیلے کی عورتوں کو قید کر کے اپنے عزم میں داخل کر لیتا تھا، لیکن ایسی عورتوں سے پیدا ہونے والی اولاد زندگی بھر عار محسوس کرتی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں کسی تحدید کے بغیر متعدد بیویاں رکھنا بھی ایک معروف بات تھی۔ لوگ ایسی دعوییں بھی بیک وقت نکاح میں رکھ لیتے تھے جو آپس میں سگی بہن ہوتی تھیں۔ باپ کے طلاق دینے یادوں پانے کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے بھی نکاح کر لیتا تھا۔ طلاق کا اختیار مرد کو حاصل تھا اور اس کی کوئی حدیث مذکور نہ تھی۔

سلہ صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب من قال للنکاح الابولی ۲/۶۹، ابو داؤد: باب وجہ النکاح۔

لہ ابو داؤد، نسخ المراجعة بعد التعلیقات اثلاث، نیز کتب تفسیر متعلقۃ الظلاء مرتّبان

زنگاری تمام طبقات میں عروج پر تھی۔ کوئی طبقہ انسانوں کی کوئی قسم سے مستثنے نہیں بلکہ پچھرے عورتیں ایسی ضرورت ہیں اپنی بڑائی کا احساس اس بڑائی کے کچھ میں لٹ پت ہوتے ہے پس باز رکھتا تھا۔ پھر آزاد عورتوں کا حال لوڈیوں کے مقابل نبنتا اچھا تھا۔ اصل صیدت لوڈیاں ہی تھیں۔ اور ایسا لگتا ہے کہ اہل جاہلیت کی غالب اکثریت اس بڑائی کی طرف منسوب ہونے میں کوئی عارجی نہیں تھیں کرتی تھی چنانچہ سنن الی واقعہ غیرہ میں مردی ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر گھبہ یا رسول اللہ ﷺ فلان شخص میرا پیش ہے۔ میں نے جاہلیت میں اس کی ماں سے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام میں لیے دھوکے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جاہلیت کی بات گئی، اب تو لڑکا اسی کا ہو گا جس کی بسوی یا لوڈی ہو اور زنا کار کے لیے پتھر ہے۔" اور حضرت سعد بن ابی وقاص^{رض} اور عبد بن زئو^{رض} کے درمیان زمود کی لوڈی کے بیٹے — عبدالرحمٰن بن زمود — کے بارے میں جو جھگکڑا پیش کیا تھا وہ بھی معلوم و معروف ہے یہی

جاہلیت میں باپ بیٹے کا تعلق بھی مختلف نوعیت کا تھا۔ کچھ تو ایسے تھے جو کہتے تھے۔

إِنَّمَا أَوْكَادُتَا بَيْنَنَا احْكَامُنَا تَمَشِّي عَلَى الْأَرْضِ

"ہماری اولاد ہمارے کلیے ہیں جو روئے زمین پر چلتے پھرتے ہیں" ۱

یہیں دوسری طرف کچھ ایسے بھی تھے جو رکنیوں کو رسوائی اور خرچ کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے اور بچوں کو فقر و فاقہ کے ڈر سے مار دلتے تھے ۲ یہیں یہ کہنا مخلک ہے کہ یہ سنگ دلی بیٹے پیمانے پر رائج تھی کیونکہ عرب اپنے شمن سے اپنی حفاظت کے لیے دوسروں کی پرنسپل ہمیں زادہ اولاد کے محتاج تھے اور اس کا احساس بھی رکھتے تھے۔

چہاں تک سگے بھائیوں پچھرے بھائیوں، اور کنیتے قبیلے کے لوگوں کے باہمی تعلقات کا معاملہ ہے تو یہ خاصی پختہ اور مضبوط تھے کیونکہ عرب کے لوگ قبائلی عصیت ہی کے سہارے جیتے اور اسی کے لیے مرتے تھے۔ قبیلے کے اندر باہمی تعاون اور اجتماعیت کی روح پوری طرح کار فرما ہوتی تھی۔ جسے عصیت کا جذبہ مزید دے آکر رکھتا تھا۔ درحقیقت قومی عصیت اور قرابت کا تعلق ہی ان کے اجتماعی نظام کی بنیاد تھا۔ وہ لوگ اس مثیل پر اس کے لفظی معنی کے مطابق عمل پیرا تھے کہ اُنْصُنْ خَالَ ظَالِمًا

اوْمَظُلُومًا رَّبِّنِيَّ بِهِ جَانِيَّ كَيْ مَدْكُورْ تِحَاوَهْ غَالِمْ ہُوْيَا مَظْلُومْ) اس مثال کے معنی میں ایجھی وہ اصلاح نہیں ہوئی تھی جو بعد میں اسلام کے ذریعے کی گئی یعنی خالق کی مدد یہ ہے کہ اُسے ظلم سے باز رکھا جائے۔ البتہ شرف و سرداری میں ایک دوسرے سے آگے بھل جانے کا جذبہ بہت سی دفعہ ایک ہی شخص سے وجود میں آنے والے قبائل کے درمیان جنگ کا سبب بن جایا کرتا تھا جیسا کہ اُس فنرائج عین دُؤمیان اور بجز و تنگ وغیرہ کے واقعات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مختلف قبائل کے ایک دوسرے سے تعلقات کا معاملہ ہے تو یہ پوری طرح ٹھکتہ یہ نہ تھے۔ قبائل کی ساری قوت ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں فنا ہو رہی تھی، البتہ دین اور خرافات کے آمیزے سے تیار شدہ بعض رسوم و عادات کی بدولت باساوقات جنگ کی جدت و شدت میں کمی آجائی تھی اور بعض حالات میں مُولاۃ، علفت اور تابعداری کے اصولوں پر چلتے قبائل بیجا ہو جاتے تھے۔ علاوہ ازیں عزم میں ان کی زندگی اور حصول معاش کے لیے سراپا رست و مدد تھے۔ خلاصہ یہ کہ اجتماعی حالت صُفت و بے بصیرتی کی پستی میں گری ہوئی تھی، جہل اپنی طناب میں تناہی ہوئے تھا اور خرافات کا دور دورہ تھا۔ لوگ جانوروں جیسی زندگی گزار رہے تھے۔ عورت بھی اور جنیدی جاتی تھی اور بعض اوقات اس سے مٹی اور پتھر جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ قوم کے باہمی تعلقات کر دوڑ بلکہ ٹوٹے ہوئے تھے اور حکومتوں کے سارے عوام اپنی رعایا سے خدا نے بھرنے یا مخالفین پر فوج کشی کرنے تک محدود تھے۔

اقتصادی حالت اقتصادی حالت، اجتماعی حالت کے تابع تھی۔ اس کا اندازہ عرب کے ذرائع معاش پر نظرڈالنے سے ہو سکتا ہے کہ تجارت ہی ان کے نزدیک حضور یا زندگی حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ تھی۔ اور معلوم ہے کہ تجارتی امداد و رفت امن و سلامتی کی فضائی کے بغیر آسان نہیں اور جزیرۃ العرب کا حال یہ تھا کہ سوانی حرمت ولے مہینوں کے امن و سلامتی کا کہیں وجود نہ تھا۔ اسی وجہ ہے کہ صرف حرام مہینوں ہی میں عرب کے مشہور بازار عکھاظ، ذی المیزان، اور عینہ وغیرہ لگتے تھے۔

جہاں تک صنعتوں کا معاملہ ہے تو عرب اس میدان میں ساری دنیا سے پیچھے تھے پر ٹے کی پُناہی اور چھڑے کی دباغت وغیرہ کی شکل میں جو جنبد صنعتیں پائی جھی جاتی تھیں وہ زیادہ تر میں اجرہ اور شام کے متصل علاقوں میں تھیں۔ البتہ اندر وین عرب کھیتی باڑی اور گلہ بافی کا کسی قدر رواج تھا۔

ساری عرب عورتیں سوت کاتتی تھیں لیکن مشکل یہ تھی کہ سارا مال و م產業 ہمیشہ لڑائیوں کی زد میں بہتا تھا۔ فقر اور بھوک کی وبا عام تھی اور لوگ ضروری پکڑوں اور بس سے بھی بڑی حد تک محروم رہتے تھے یہ تو اپنی جگہ مسلم ہے ہی کہ اہل جاہلیت میں خیس و رذیل عادتیں اور وجہان و **احلاق** شور اور عقل سیم کے خلاف باتیں پائی جاتی تھیں لیکن ان میں ایسے پندیرہ

اخلاقی فاضل بھی تھے جنہیں دیکھ کر انسان دنگ اور شتمدرہ جاتا ہے۔ مثلًاً:

۱۔ کرم و سخاوت — یہ اہل جاہلیت کا ایسا وصف تھا جس میں وہ ایک دوسرے سے آگے تسلی جانے کی کوشش کرتے تھے اور اس پاس طرح فخر کرتے تھے کہ عرب کے آدھے اشعار اسی کی نذر ہو گئے ہیں۔ اس وصف کی بنیاد پر کسی نے خداوندی تعریف کی ہے تو کسی نے کسی اور کی۔ حالت یہ تھی کہ سخت جاڑے اور بھوک کے زمانے میں کسی کے گھر کوئی ہمہن آ جاتا اور اس کے پاس اپنی اس ایک اوپنی کے سوا کچھ نہ ہوتا جو اس کی اور اس کے کینے کی زندگی کا واحد ذریعہ ہوتی تو بھی۔ لیکن سمجھنے کا سب سے بادھنے والا اس پر سخاوت کا جوش غالب آ جاتا اور وہ اٹھ کر اپنے ہمہن کے کے لیے اپنی اوپنی ذبح کر دیتا۔ ان کے کرم ہی کافی تجھ تھا کہ وہ بڑی بڑی دیت اور الی فم ریاں اٹھایتے اور اس طرح انسانوں کو بادھی اور خرزی سے بچا کر دوسرے نیوں اور سڑاروں کے مقابل فخر کرتے تھے۔ اسی کرم کا نتیجہ تھا کہ وہ شراب نوشی پر فخر کرتے تھے۔ اس لیے نہیں کہ یہ بذاتِ خود کوئی فخر کی چیز تھی بلکہ اس لیے کہ کرم و سخاوت کو آسان کر دیتی تھی کیونکہ نش کی حالت میں مالِ اثنا اثاثی طبیعت پر گران نہیں گزرتا۔ اس لیے یہ لوگ الگور کے درخت کو کرم اور انگور کی شراب کو بنت اکرم کہتے تھے۔ جاہلی اشعار کے دعاویٰ پر نظر ڈالیں یہ تو یہ دفعہ فخر کا ایک اہم بابِ نظر ہے۔

عنترة بن شداد عبسی اپنے معلقہ میں کہتا ہے:-

وَلَقَدْ شُرِبتَ مِنَ الْمَاءِ مَمْبَأَهُ

بِزِجَاجَةٍ صَفَرَاءُ ذَاتَ أَسْرَةٍ

فَنَادَ اشْرِبْتَ فَأَسْنَى مَسْتَبْلَكَ

وَإِذَا صَحُوتَ فَمَا قَصْرَ عَنْ نَدَىٰ

” میں نے دوپہر کی تیزی رکنے کے بعد ایک زرد نگ کے دھاری دار جام بلوں سے جو بائیں

جانب رکھی ہوئی تا بناک اور منہ بند خم کے ساتھ تھا، نشان لگی ہوئی صاف شفاف شراب پی۔ اور جب میں

پی لیتا ہوں تو اپنا مال ٹھاٹا آتا ہوں۔ لیکن میری آبرد بھر پور رہتی ہے اس پر کوئی چوٹ نہیں آتی۔ اور جب میں ہوش میں آتا ہوں تب بھی سخاوت میں کوتا ہی نہیں کرتا اور میرا اخلاق و کرم بے سار کچھ ہے تمہیں معلوم ہے۔“

ان کے کرم ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ جو کچھ لیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ بھی سخاوت کی ایک راہ ہے کیونکہ انہیں جو نفع حاصل ہوتا، یا نفع حاصل کرنے والوں کے حصے سے جو کچھ فاضل بھی رہتا ہے میں کہنے والوں کو دے دیتے تھے۔ اسی لیے قرآن پاک نے شراب اور جوئے کے نفع کا انکسار نہیں کیا بلکہ یہ فسرایا کہ **وَإِشْهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا** ۲۱۹:۲ ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے۔
۲۔ وفاتے عہد۔ یہ بھی دو رجائب کے اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ عہد کو ان کے نزدیک دین کی حیثیت حاصل تھی جس سے وہ بہر حال چھٹے رہتے تھے۔ اور اس راہ میں اپنی اولاد کا خون اور اپنے گھر بار کی تباہی بھی بھیج سمجھتے تھے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہاتی بن سعود شیبانی، سموال بن عادیا اور حاجب بن زرارہ کے واقعات کافی ہیں۔

۳۔ خوداری و عزت نفس۔ اس پر فاقم رہنا اور غلام و بھرپور داشت ذکر نا بھی جاہلیت کے معروف اخلاق میں سے تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کی شجاعت و غیرت حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ وہ فوراً بھرپور اشتعة تھے اور ذرا زراسی بات پر جس سے ذلت و اہانت کی بواستی، شمشیر و سان انھا لیتے اور نہایت خوزر نر جگ پھیر دیتے۔ انہیں اس راہ میں اپنی جان کی قطعاً پروا نہ رہتی۔

۴۔ غرام کی سکھیں۔ اہل جاہلیت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جب وہ کسی کام کو مجد و افتخار کا ذریعہ سمجھ کر انہام دیئے پر مٹل جاتے تو پھر کوئی رکاوٹ انہیں روک نہیں سکتی تھی۔ وہ اپنی جان پکھیں کر اس کا گواہنامہ ڈالتے تھے۔

۵۔ جلم و بُرُود باری اور سنجیدگی۔ یہ بھی اہل جاہلیت کے نزدیک قابل تائش خوبی تھی، مگر یہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی شجاعت اور جگ کے لیے ہر وقت آمادگی کی عادت کے سبب نادر الوجود تھی۔

۶۔ بندوی سادگی۔ یعنی تمدن کی آلاتشوں اور دارجی سے ناواقفیت اور دُوری۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان میں سچائی اور امانت پائی جاتی تھی۔ وہ فریب کاری و بد عہدی سے دور اور متنفر تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جزیرۃ العرب کو ساری دنیا سے جو جغرافیائی نسبت حاصل تھی اس کے علاوہ یہی وہ قیمتی اخلاق تھے جن کی وجہ سے اہل عرب کو بنی نوع انسان کی قیادت اور رسالت عالمؐ کا بوجھا اٹھنے



اہل حوالہ سے کچھ اور بھی انقلاب فاضل سے مکمل نہیں ہیں سب کا احاطہ کرنے مقصود ہیں۔

کے لیے منصب کیا کیا۔ پیغمبرؐ اخلاق اور بعض اوقات خوش و فنا کا مسیب ہیں جائز تھے اور ان کو وجہ سے المذاک عادیات پیش کیا تھا تھے مکن یہ فی قدر بڑے قسمی اخلاق تھے۔ پیغمبرؐ مسی اصلع کے بعد انسانی صفات کے لیے نہایت منفرد ہیں ممکن تھے، اوسی کام اسلام نے انہام دیا۔
غیرہماں ان اخلاقیں میں بھی ایسا ہے ممکن کے بعد مورث اپنے اور بھائی ہونم اسی سے کرائی تھیت اور نفعی نہیں جو ہم ہر ٹھاکر کو اس ترتیب میں ہرو اور ہر ٹھاکر کو اس کے دفعہ خوش و فنا کا خاتم اور نظام عدل کی وجہ

خاندان نبی

نسب نبی ﷺ کا سلسلہ نسب تین حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک حصہ جس کی صحت پر اہل نبی اور ماہرین انساب کا اتفاق ہے۔ یہ عدنان تک مشتملی ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ جس میں اہل نبی کا اختلاف ہے کسی نے تو قوت کیا ہے اور کوئی قائل ہے۔ یہ عدنان سے اور ابراہیم علیہ السلام تک مشتملی ہوتا ہے۔ تیسرا حصہ جس میں یقیناً کچھ غلطیاں ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اور حضرت آدم علیہ السلام تک مشتملی ہوتا ہے۔ اس کی جانب اشارہ گذر چکا ہے۔ ذیل میں تینوں حصوں کی قدر تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

پہلا حصہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (شیعہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبد مناف (مخیر) بن قصیٰ (زید) بن کلاب بن مرثہ بن کعب بن نوی بن غالب بن فہر راتھی کا لقب قریش تھا اور ان ہی کی طرف قبیلہ قریش مسحوب ہے، (بن مالک بن نصر قیس) بن کنانہ بن خوزیمہ بن مدرکہ (عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہ

دوسرا حصہ عدنان سے اور یعنی عدنان بن اد بن میسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قوال بن أبي بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداں بن یلالات بن طائج بن جاحم بن ناٹش بن ماجی بن عیض بن عیقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سبیر بن یثربی بن بحر بن بن عیسیٰ بن ازوی بن عیض بن دیشان بن عیصر بن افناڈ بن ایہام بن مقصربن ناھث بن زارع بن سکی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام یہ

تیسرا حصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اور۔ ابراہیم بن تاریخ (آزر) بن ناخور بن سارو دع (یاساڑغ) بن راعوبن فائخ بن عابر بن شائخ بن اوفیش بن سام بن نوع علیہ السلام بن لاکب بن متولی بن اخنوخ رکھا جاتا ہے کہ یہ ادیسؑ کا نام ہے، (بن یوسف بن مہلائیل بن قیتان بن آنور بن خیث بن آدم علیہ السلام)

لہ ابن ہشام ارا، تلقیح فہوم اہل الاشرص ۶۰۵ رحمۃ للعالمین ۲/۱۱ تام ۱۳۹۷
لہ علامہ منصور پوری نے روی دقيق تحقیق کے بعد یہ حصہ نسب بکھی اور ابن سعید کی روایت سے جمع کیا ہے ویکھے رحمۃ للعالمین ۲/۱۱، اتار کی مأخذ میں اس حصے کی بابت بڑا اختلاف ہے۔

تھے ابن ہشام، رحمۃ - تلقیح الفہوم ص ۶ خلاصۃ المسیر ص ۶ رحمۃ للعالمین ۲/۸ بعض ناولوں کے تعلق ان مأخذ میں اختلاف بھی ہے۔ اور بعض نام بعض مأخذ سے ساقط بھی ہیں۔

بی جملہ خانوادہ کا خانوادہ اپنے جیداعی ہاشم بن عبد مناف کی نسبت سے خانوادہ ہاشمی کے نام **خانوادہ** سے معروف ہے۔ اس یہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہاشم اور ان کے بعد کے بعض افراد کے مختصر حالات پریش کر دیئے جائیں۔

۱۔ **ہاشم** : ہم بتاچکے ہیں کہ جب بزر عبد مناف اور بزر عبد الدار کے درمیان عہدوں کی تقسیم پر مصالحت ہو گئی تو عبد مناف کی اولاد میں ہاشم ہی کو سعایہ اور رفادہ یعنی حاجج کرام کو پانی پلانے اور ان کی میزبانی کرنے کا منصب حاصل ہوا۔ ہاشم بڑے معوززادہ الدار تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کئے میں حاجیوں کو شوربار وٹی سان کر کھلانے کا اہتمام کیا۔ ان کا اصل نام عمرودھا لیکن روٹی توڑ کر شوربے میں سلنے کی وجہ سے ان کو ہاشم کہا جانے لگا کیونکہ ہاشم کے معنی ہیں توڑنے والا۔ پھر یہی ہاشم وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے قریش کے لیے گرمی اور جاڑے کے دوسالانہ تجارتی سفروں کی بنیاد رکھی ان کے بارے میں شاعر کہتا ہے :

عمر والذی هشم الترید لقومه قوم بمکة مُستین عجات
سنت الیه الرحلتان سلاها سفر الشتاء ورحلة الأصياف
”یہ عمر وہی ہیں جنہوں نے تحط کی ماری ہوتی اپنی لاغر قوم کو مکہ میں روٹیاں توڑ کر شوربے میں
مجھوں مجھوں کر کھلاتیں اور جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں کی بنیاد رکھی ۹۷“

ان کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ وہ تجارت کے لیے ملک شام تشریف لے گئے۔ راستے میں میرہ پہنچے تو وہاں قبیلہ بنی شمار کی ایک خاتون سُلَمی بنت عمر نے شادی کر لی اور کچھ دنوں دیہی ٹھہرے رہے۔ پھر بیوی کو حالتِ حمل میں میکے ہی میچوڑ کر ملک شام روانہ ہو گئے اور وہاں جاکر فلسطین کے شہر غزہ میں انتقال کر گئے۔ ادھر سُلَمی کے بطن سے بچہ پیدا ہوا۔ یہ ۹۷ کے کی بات ہے جو نکنپے لے سکے بالوں میں سفیدی تھی اس لیے سُلَمی نے اس کا نام شینہ رکھا اور شیر میں اپنے میکے ہی کے انہد اس کی پروردش کی۔ آگے چل کر بھیجے عبد المطلب کے نام سے مشہور ہوا۔ عرصے تک خاندان ہاشم کے کسی آدمی کو اس کے وجود کا علم نہ ہو سکا۔ ہاشم کے کل چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ اسد، ابو صیفی، نضلہ، عبد المطلب۔ شفار، غالہ، ضعیفہ، رقیہ اور جنتہ۔

۲۔ عبد المطلب — پچھلے صفحات سے معلوم ہو چکا ہے سعایہ اور رفادہ کا صب

اہم کے بعد ان کے بھائی مطلوب کو ملا۔ یہ بھی اپنی قوم میں بڑی خوبی داعواز کے ماں کی بات
ٹھانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی سخاوت کے سبب قریش نے ان کا لقب فیاض رکھ چکا تھا۔ جب شیبہ
یعنی عبد المطلب — دس بارہ یوسف کے ہو گئے تو مطلوب کو ان کا علم ہوا اور وہ انہیں لینے کے
لیے روانہ ہوئے۔ جب شرب کے قریب پنچے اور شیبہ پر نظر پڑی تو انکبار ہو گئے، انہیں سننے
سے لگایا اور پھر اپنی سواری پر بیچھے بٹھا کر کہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ مگر شیبہ نے ماں کی اجازت کے
لبیں راتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس لیے مطلوب ان کی ماں سے اجازت کے طالب ہوئے مگر ماں نے
اجازت نہ دی۔ آخر مطلوب نے کہا کہ یہ اپنے والد کی حکومت اور اللہ کے حرم کی طرف جا رہے ہیں۔
اس پر ماں نے اجازت دے دی اور مطلوب انہیں اپنے اونٹ پر بٹھا کر کہ لے آئی۔ لگتے والوں
نے دیکھا تو کہا یہ عبد المطلب ہے یعنی مطلوب کا غلام ہے۔ مطلوب نے کہا نہیں نہیں۔ یہ میرا بھتیجا
یعنی میرے بھائی ہاشم کا لڑکا ہے۔ پھر شیبہ نے مطلوب کے پاس پروردش پانی اور جوان ہوئے۔
اس کے بعد مقام روان ریکن، میں مطلوب کی وفات ہو گئی اور ان کے چھوٹے ہوئے مناصب
عبد المطلب کو حاصل ہوئے۔ عبد المطلب نے اپنی قوم میں اس قدر شرف و اعداز حاصل کیا کہ ان کے
آپار و اجداد میں بھی کوئی اس مقام کو نہ پہنچ سکا تھا۔ قوم نے انہیں دل سے چاہا اور ان کی بڑی

حیث و قدر کی تھے

جب مطلوب کی وفات ہو گئی تو نوبل نے عبد المطلب کے سجن پر غاصباً قبضہ کر لیا۔ عبد المطلب نے
قریش کے کچھ لوگوں سے اپنے چھاپ کے خلاف مدد چاہی، لیکن انہوں نے یہ کہ کہ معدودت کر دی کہ تم تمہارے
اور تمہارے چھاپ کے درمیان دشیل نہیں ہو سکتے۔ آخر عبد المطلب نے بنی تجارت میں اپنے ماںوں کو کچھ شرعاً
لکھ بھیجیے جس میں ان سے مدد کی درخواست کی تھی۔ جواب میں ان کا ماں ابو سعد بن عدی اُسی سوار
لے کر روانہ ہوا۔ اور سکتے کے قریب انبطح میں اتراء عبد المطلب نے وہیں ملاقات کی اور کہا ماںوں جان! اگر
تشریف لے چلیں۔ ابو سعد نے کہا نہیں خدا کی قسم، یہاں تک کہ نوبل سے مل لوں۔ اس کے بعد
ابو سعد آگے بڑھا اور نوبل کے سر پر آن کھڑا ہوا۔ نوبل خطینم میں مشائخ قریش کے ہمراہ بیٹھا تھا۔ ابو سعد
نے تواربے نیام کرتے ہوئے کہا: ”اس گھر کے رب کی قسم! اگر تم نے میرے بھانجے کی زمیں واپس نہ کی
تو یہ تواربے اندھر پیوست کر دوں گا۔“ نوبل نے کہا اچھا ابو میں نے واپس کر دی۔ اس پر ابو سعد نے

مشائخ قریش کو گواہ بنایا، پھر عبد المطلب کے گھر گیا اور تین دفعہ مقیمہ رکغڑہ کرنے کے بعد مدینہ واپس چلا گیا۔ اس واقعے کے بعد نو فل نے بنی ہاشم کے خلاف بنی عبد شمس سے باہمی تعاون کا عہد و پیمان کیا۔ ادھر بنو نوہنہ کو نے دیکھا کہ بنو نجاشی نے عبد المطلب کی اس طرح مدد کی ہے تو کہنے لگے کہ عبد المطلب جس طرح تمہاری اولاد ہے ہماری بھی اولاد ہے۔ لہذا ہم پر اس کی مدد کا حق زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عبد مناف کی ماں قبیلہ خڑا عمر ہی سے تعلق رکھتی تھیں۔ چنانچہ بنو نوہنہ اور نے دارالشودہ میں جا کر بنو عبد شمس اور بنو نوہنہ کے خلاف بنو ہاشم سے تعاون کا عہد و پیمان کیا۔ یہی پیمان تھا جو آگے چل کر اسلامی دور میں فتح مکہ کا بسبب بننا تفصیل اپنی جگہ آرہی ہے جیہے

بیت اللہ کے تعلق سے عبد المطلب کے ساتھ دو اہم واقعات پیش آئے، ایک چاؤ زمزہم کی کھدائی کا واقعہ اور دوسرا فیل کا واقعہ۔

چاؤ زمزہم کی کھدائی پہلے واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ انہیں زمزہم کا کنوں لکھوٹنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور خواب ہی میں انہیں اس کی جگہ بھی یہاں لگئی۔ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد کھدائی شروع کی اور رفتہ رفتہ وہ چیزیں پرآمد ہوئیں جو زمزہم نے کہ چھوڑتے وقت چاؤ زمزہم میں دفن کی تھیں۔ یعنی تلواریں، زریں، اور سونے کے دونوں ہرلن۔ عبد المطلب نے تلواروں سے کبھے کا دروازہ ڈھالا۔ سونے کے دونوں ہرلن بھی دروازے ہی میں فٹ کئے اور حاجیوں کو زمزہم پلانے کا بندوبست کیا۔

کھدائی کے دوران یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ جب زمزہم کا کنوں نمودار ہو گیا تو قریش نے عبد المطلب سے جگڑا شروع کیا اور مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی کھدائی میں شریک کرو۔ عبد المطلب نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اس کام کے لیے مخصوص کیا گیا ہوں، لیکن قریش کے لوگ بازنہ آتے۔ یہاں تک کہ فیصلے کے لیے بنو سعد کی ایک کاہنہ عورت کے پاس جانا طے ہوا اور لوگ مکہ سے روانہ بھی ہو گئے لیکن راستے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی علامات دکھلائیں کہ وہ سمجھ گئے کہ زمزہم کا کام قدرت کی طرف سے عبد المطلب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے راستے ہی سے پیٹ آتے۔ یہی موقع تھا جب عبد المطلب نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے انہیں دس لڑکے عطا کئے اور وہ سب کے سب اس عمر کو پہنچے کہ ان کا بچاؤ کر سکیں تو وہ ایک لڑکے کو کعبہ کے پاس قربان کر دیں گے۔

واقعہ قتل | دوسرے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ابزرہہ صباح جسٹی نے (جنگجوشی بادشاہ جیش کی مظہر سے) میں کاگور ز جزل تھا، جب دیکھا کہ اہل عرب خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں تو صنعت میں ایک بہت بڑا گلیسا تعمیر کیا۔ اور چاہا کہ عرب کا حج اسی کی طرف پھیر دے مگر جب اس کی عبور بونکانہ کے ایک آدمی کو ہوئی تو اس نے رات کے وقت گلیسا کے اندر گھس کر اس کے قبلے پر پامخانہ پوت دیا۔ ابزرہہ کو پتا چلا تو سخت برہم ہوا۔ اور ساطھ ہزار کا ایک شکر پر ڈالے کر کبھی کوڑھانے کے لیے محل کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے ایک زبردست ہاتھی بھی منتخب کیا۔ شکر میں کل نیاتیرہ ہاتھی تھے۔ ابزرہہ میں سے یلغار کرتا ہوا نعمش پہنچا اور وہاں اپنے شکر کو ترتیب دیکر اور ہاتھی کو تیار کر کے لگکے میں داخل کے لیے چل پڑا جب مُزدلفہ اور منی کے درمیان وادیِ محشر میں پہنچا تو ہاتھی بڑھ گیا اور کبھی کی طرف بڑھنے کے لیے کسی طرح نہ اٹھا۔ اس کا رُخ شمال جنوب یا مشرق کی طرف کیا جاتا تو اٹھ کر دوڑنے لگتا۔ لیکن کبھی کی طرف کیا جاتا تو بیٹھ جاتا۔ اسی دوران اللہ نے چٹپیوں کا ایک جھنڈہ بیصحیح دیا جس نے شکر پر ٹھیکری جیسے پتھر گراتے اور اللہ نے اسی سے انہیں کھاتے ہوئے بھیس کی طرح بنادیا۔ یہ چٹپیاں ابادیل اور قریبی میں تھیں، ہر چٹپیا کے پاس تین تین نکنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو ہنگول میں کنکلیاں چھنچیں تھیں مگر جس کی کوگ کا جاتی تھیں اس کے اعضا کثنا شروع ہو جاتے تھے اور وہ مر جاتا تھا۔ یہ کنکلیاں ہر آدمی کو نہیں لگی تھیں، لیکن شکر میں ایسی بھلکڑ ریجی کہ ہر شخص دوسرے کو روندا کچلتا گرتا پڑتا بھاگ ہا تھا۔ پھر بھلگنے والے ہر راہ پر گر رہے تھے اور ہر پچھے پر مر رہے تھے۔ اور ابزرہہ پر اللہ نے ایسی آفت بھیجی کہ اس کی انگلیوں کے پور جھر گئے اور صنعتار پہنچتے پہنچتے چوڑے چوڑے ہو گیا۔ پھر اس کا سینہ پھٹ گیا، دل باہر مخلل آیا اور وہ مر گیا۔

ابزرہہ کے اس عملے کے موقع پر لکٹے کے باشندے جان کے خوف سے گھاٹپیوں میں بکھر گئے تھے اور پہاڑ کی چٹپیوں پر جا چھپے تھے جب شکر پر غذاب نازل ہو گیا تو اطمینان سے اپنے گروں کو پٹ آئے۔ یہ واقعہ — پیشراہل سیر کے لقول — نبی ﷺ کی پیدائش سے صرف پچاس یا پچھن دن پہلے ماہ محرم میں پیش کیا تھا لہذا یہ ﷺ کی فردی کے اوآخر یا مارچ کے اوائل کا واقعہ ہے یہ درحقیقت ایک تمہیدی نشانی تھی جو اللہ نے اپنے نبی اور اپنے کعبہ کے لیے ظاہر فرمائی تھی کیونکہ آپ بیت المقدس کو دیکھئے کہ اپنے دور میں اہل اسلام کا قبلہ تھا اور وہاں کے باشندے مسلمان

تھے۔ اس کے باوجودہ اس پر اللہ کے دشمن یعنی مشرکین کا اسلط ہو گیا تھا جیسا کہ جنحہ نظر کے حملہ (جہتہ)
اور اہل روم کے قبضہ (نشہ) سے ظاہر ہے۔ لیکن اس کے بخلاف کعبہ پر عسکریوں کو اسلط حاصل
نہ ہو سکا، حالانکہ اس وقت یہی مسلمان تھے اور کعبے کے باشندے مشرک تھے۔

پھر یہ واقعہ ایسے حالات میں پیش آیا کہ اس کی خبر اس وقت کی تمدن دنیا کے بیشتر علاقوں یعنی
روم و فارس میں آتا پہنچ گئی۔ کیونکہ جہشہ کارو بیوں سے بلاگہرا تعلق تھا اور دوسری طرف فارسیوں
کی نظر رومیوں پر برابر سنتی تھی اور وہ رومیوں اور ان کے علیقوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات
کا برادر جائزہ لیتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعے کے بعد اہل فارس نے نہایت تیزی سے
یمن پر قبضہ کر لیا۔ اب چونکہ یہی دھکوتیں اس وقت تمدن دنیا کے اہم حصے کی نمائندہ تھیں۔ اس لیے
اس واقعے کی وجہ سے دنیا کی ملکائیں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ انہیں بیت اللہ کے شرف
عقلمند کا یک کھلاہو خدا تعالیٰ نشان دکھلانی پڑ گیا۔ اور یہ بات دلوں میں اچھی طرح پیش گئی کہ اس گھر
کو اللہ نے تقدیس کے لیے منتخب کیا ہے۔ لہذا آئندہ یہاں کی آبادی سے کسی انسان کا دعویٰ نبوت
کے ساتھ اٹھنا اس واقعے کے تفاضلے کے عین مطابق ہو گا۔ اور اس خدائی حکمت کی تفسیر ہو گا جو
عالم اسباب سے بالآخر طریقے پر اہل ایمان کے خلاف مشرکین کی مدد میں پوشیدہ تھی۔

عبد المطلب کے کل دس بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: حارث، زبیر، ابو طالب، عبد اللہ
حمدہ، ابو لهب، غیداًق، مقوم، صفہ اور عقباًش۔ بعض نے کہا ہے کہ گیارہ تھے۔ ایک کا نام
قشم تھا اور بعض اور لوگوں نے کہا ہے کہ تیرہ تھے۔ ایک کا نام عبد الکعبہ اور ایک کا نام جبل تھا۔ لیکن
دس کے قائلین کہتے ہیں کہ مقوم ہی کا دوسرا نام عبد الکعبہ اور غیداًق کا دوسرا نام جبل تھا اور قشم نام کا
کوئی شخص عبد المطلب کی اولاد میں نہ تھا۔ — عبد المطلب کی بیٹیاں چھ تھیں۔ نام یہ ہیں: الحکیم
ان کا نام ہیضاہ ہے۔ بُرہ۔ عاگلہ۔ صفیہ۔ آزوی۔ اور امیمہ۔

۳۔ **عبد اللہ** — رسول اللہ ﷺ کے والد محترم۔

ان کی والدہ کا نام فاطمہ تھا اور وہ عمرو بن عائز بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ کی صاحبزادی
تھیں۔ عبد المطلب کی اولاد میں عبد اللہ سب سے زیادہ خوبصورت پاکدا من اور جھیتے تھے اور فیض
کھلاتے تھے۔ ذیع کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ جب عبد المطلب کے رُؤکوں کی تعداد پوری دس ہو گئی اور

وہ بچاؤ کرنے کے لائق ہو گئے۔ تو عبدالمطلب نے انہیں اپنی نذر سے آگاہ کیا۔ سب نے بات مان لی۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے قسمت کے تیروں پر ان سب کے نام لکھے۔ اور ہبیل کے قیمہ کے حوالے کیا۔ قیمہ تے تیروں کو گردش دے کر قرعہ نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کا باخھ پکڑا، چھری لی اور ذبح کرنے کے لیے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے۔ لیکن قریش اور خصوصاً عبداللہ کے نہیاں والے یعنی بنو حمزہ دم اور عبداللہ کے بھائی ابوبالاب آٹے آئے۔ عبدالمطلب نے کہا تھا میں اپنی نذر کا کیا کروں؟ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی خاتون عَزَافَ کے پاس جا کر حل دریافت کریں۔ عبدالمطلب ایک عَزَافَ کے پاس گئے۔ اس نے کہا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کریں، اگر عبداللہ کے نام قرعہ نکلے تو مزید دس اونٹ بڑھا دیں۔ اس طرح اونٹ بڑھاتے جائیں اور قرعہ اندازی کرتے جائیں، یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے۔ پھر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو انہیں ذبح کر دیں۔ عبدالمطلب نے واپس آکر عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی مگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ اس کے بعد وہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ اندازی کرتے گئے مگر قرعہ عبداللہ کے نام ہی نہیں۔ جب سوا اونٹ پورے ہو گئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ اب عبدالمطلب نے انہیں عبداللہ کے بدلے ذبح کیا اور وہیں چھوڑ دیا۔ کسی انسان یاد نہیں کیے کہ کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس واقعے سے پہلے قریش اور عرب میں خون بساردیت کی مقدار دُش اونٹ تھی مگر اس واقعے کے بعد سو اونٹ کر دی گئی۔ اسلام نے بھی اس مقدار کو برقرار رکھا۔ نبی ﷺ سے عبدالمطلب نے آپ کے والد عبداللہؑ پر

عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کی شادی کے لیے حضرت آمنہ کا انتخاب کیا جو دہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کی صاحبزادی تھیں اور نسب اور رتبے کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خاتون شمار ہوتی تھیں۔ ان کے والد نسب اور شرف دونوں جیشیت بنو زہرہ کے سردار تھے۔ وہ مکہ ہی میں رخصت ہو کر حضرت عبداللہ کے پاس آئیں مگر تھوڑے عرصے بعد عبداللہ کو عبدالمطلب نے کھجور لانے کے لیے مدینہ بھیجا اور وہ وہیں انتقال کر گئے۔

بعض اہل سر کہتے ہیں کہ وہ تجارت کے لیے ناک شام تشریف لے گئے تھے۔ قریش کے یک قافلے کے ہمراہ واپس آتے ہوئے پیمار ہو کر مدینہ اترے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ تدنیں نابغہ جندي کے مکان میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر چھیس برس کی تھی۔ اکثر موذین کے بقول ابھی رسول اللہ ﷺ پیدا نہیں ہوئے تھے۔ البتہ بعض اہل سر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش ان کی وفات سے دو ماہ پہلے ہو چکی تھی۔ عجب ان کی وفات کی خبر کہ پہنچی تو حضرت آمنہ نے نہایت درد انگریز مرثیہ کہا جو یہ ہے:

عفاجانب البطحاء من ابن هاشم	وتجاوز لحد اخراجي جاف الفياغم
دعته المانيا دعوة فنا جاهما	ومساتركت في الناس مثل ابن هاشم
عشية راحوا يحملون سريره	تعاونه اصحابه فـ التراحم
فـ ان تـ لـ غـ الـ هـ المـ نـ ياـ وـ رـ يـ هـ ماـ	فقدـ كانـ معـ طـ اـ كـ ثـيرـ التـ رـ اـ حـ

«بلھا کی آنکھوں ہاشم کے صاحبزادے سے خالی ہو گئی۔ وہ بانگ و خروش کے درمیان ایک لمحہ میں آسودہ خواب ہو گیا۔ اسے موت نے ایک پکار لگائی اور اس نے بسیک کہر دیا۔ اب موت نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی انسان نہیں چھوڑا کتنی حست ناک تھی، وہ شام جب لوگ انہیں تخت پر اٹھاتے لے جا رہے تھے۔ اگر موت اور موت کے حوادث نے ان کا وجود ختم کر دیا ہے تو ان کے کدار کے نقوش نہیں مٹا سے جا سکتے، وہ پڑے دانا اور رجم دل تھے»
عبداللہ کامل تذکرہ تھا، پاسخ اور نت، بکریوں کا ایک روپر، ایک عیشی لوزڈی جن کا نام برکت تھا اور کنیت اُم ایمن۔ یعنی اُم ایمن ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دکھلایا تھا۔^{۱۱}



^{۱۱} ابن ہاشم ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۵۹ فقة السیرہ از محمد غزالی ص ۴۵۰، رحمتہ للعالمین ۲/۹۱

^{۱۲} طبقات ابن سعد ۱/۶۲

^{۱۳} خصر السیرۃ ارشیع عبد اللہ صفرہ ۲ تلکیع الفہم صفحہ ۱۲۷۔ صحیح سلم ۲/۹۶